حقوق النبی ﷺ: عصر حاضر کا عملی تقاضا

The Rights of Holy Prophet Muhammad (PBUH): A Practical Need of the Present Age

Abdul Qayyum

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt. Graduate College, Chishtian:

qayyum.ctn@gmail.com

Muhammad Zahid Zaheer Iqbal

Lecturer, Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur:

zahid.zaheer@iub.edu.pk

Hafiz Usama Munir

PhDd Scholar & V. Lecturer, Department Of Quranic Studies, Islamia University of Bahawalpur:

usamamunir622@gmail.com

Abstract

Human rights are the gift of God in Islam. God created man, granted him the right to live, exalted him above other creatures, gave him will power and accorded to him the status of caliphate by giving him the rights and the power to perform different actions. God also associated liberties of human actions and disposals with liability and responsibility. Human rights and liberties are the gift of God. Therefore their respect and adherence is natural for man. The rights bestowed by *Shariah* are balanced, moderate and based on justice because their origin is the Creator Himself Who is fully aware of human needs and capabilities. He is free from all the prejudices which take man to extremes. According to Shariah, the source and origin of the right is Islamic Shariah. Therefore no right can be established without lawful (*Sharai*) reasons. When right in its literal sense is attributed to a person it denotes all the things that a person must possess. For example rights of parents mean all which children owe their parents and rights of children stand for whatever parents owe their children. Likewise are the rights of the prophet Muhmmad (PBUH). This is an analytical study and data is gathered from secondary sources; books, articles and online sources. The belief in the rights of the prophet Muhmmad (PBUH) not only demand their acceptance but also their reflection in the actions of the believers. Wherever the Qur'an urges the believes to believe in something, it also lays emphasis on the practice as well. Keeping in view the rights of the prophet Muhmmad (PBUH), it is obligatory upon the *Ummah* to follow him, make effort to spread his message, protect his honor and dignity, have friendship with his friends and enmity with his enemies and invoke blessings and peace on him.

Keywords: *Practical rights of the Prophet (PBUH), MuslimUmmah, Present Age, Qur'an, Hdith, Islam*

دین اسلام دنیا کا معتدل ترین دین ہے۔ انسانوں کی معتدل حیات اور خوشیوں کو یقینی بنانے کے لیے اللہ تعالی نے حقوق و فرائض میں اعتدال مد نظر رکھا ہے۔ حقیقی معانی میں انہی حقوق و فرائض کی ادائیگی ہی انسان کو وہ خلیفہ بناتی ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالی نے قرآن میں کیا ہے۔ جیسا کہ واضح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ"[1]

"وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں جانشین بنایا"۔

جہاں اللہ رب العزت نے انسانوں کو حقوق کی صورت میں آسانیاں اور آسائشیں عطا فرمائی ہیں، وہیں انہیں کچھ احکامات کا پابند بنا کر زندگی میں آزادی کے دائرہ کار کو حلال و حرام سے مقید کر دیا ہے۔ دین اسلام میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے کچھ ایسے حقوق بیان کیے گئے ہیں جن کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے۔

حق کا مفہوم

لغوی طور پر لفظ "حق" کسی چیز کے ثبوت اور بقاء کا نام ہے۔ جب کہ صاحب القاموس المحیط نے حق کو اللہ کی صفات میں شمار کرتے ہوئے، اسے باطل کی ضد اور تمام مثبت احوال و اوصاف سے تعبیر کیا ہے[2]۔ اصولیین کے نزدیک لفظ "حق" مکلفین کے افعال سے متعلقہ حکم شرعی کا نام ہے[3]۔ ایک اور نظریہ بھی ہے کہ حق کا اثر حکم کہلاتا ہے۔ حدیث نبوی میں اس کی دلیل موجود ہے:

" فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى العِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ"[4]

"اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں"۔

زرقاؒ نے حق کی جامع ترین تعریف یوں بیان کی ہے:

"الحق هو اختصاص يقرربه الشرع سلطةاوتكليفا"[5]

"حق اس اختصاص کو کہتے ہیں جس سے شریعت کسی اختیار یا ذمہ داری کا تعین کرتی ہے۔"

---

[1] فاطر ۳۵ : ۳۹

Fatir: 39:35

[2] محمد بن یعقوب فیروز آبادی، القاموس المحیط، بیروت ۱۴۲۶ھ، ج ۲، ص ۲۵۲۔

Muhammad bin YaqoobFerozabadi, *AlQamoos Al-Muheet*, Beirut 1426AH, 252/2

[3] سید شریف علی جرجانی، التعریفات، مصر ۱۳۰۶ھ، ص ۱۲۳

Jarjani, Sharif Ali, Syed, *Al-Tarifaat*, Egypt 1306AH, p.123

[4] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ح:۲۸۵۶

Bukhari, Muhammad bin Ismail, *Sahih Al-Bukhari*, Karachi, QadimiKutubKhana, Hadith: 2856.

[5] شیخ مصطفیٰ احمد زرقا، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، جامعہ دمشق، ۱۹۶۱ء، ج ۳، ص ۱۰۔

Sheikh Mustafa Ahmad Zarqa, *Al-Fiqh Al-Islami fi Soubah Al-Jadid*, University of Dimusqas, 1961, 10/3

مصطفی زرقاء کی بیان کردہ تعریف کے مطابق ہمیں معلوم ہوا کہ حق کا تعلق کسی ذات کے ساتھ ہے۔ وہی ذات اس حق کے ناطے اپنے بندوں کو مختلف افعال کا حکم دیتی ہے۔اس کے علاوہ کسی اور کو ایسے احکام کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ "حق" کا درجہ اسلام میں محض شریعت مطہرہ کو ہی حاصل ہے۔[6]

حق کی نسبت بسا اوقات مخلوق کی طرف بھی ہوتی ہے۔ایسی صورت میں متعلقہ چیز منسوب الیہ کو ملنا ضروری ہوتی ہے۔جیسا کہ حقوق النبی ﷺ ہیں جن کو پورا کیے بغیر کسی کا بھی ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔عقائد و افعال سے متعلقہ ان حقوق کا بالاختصار تذکرہ ہم اس مضمون میں کریں گے۔

اطاعتِ رسول ﷺ

نبی ﷺ کی اطاعت کو اللہ رب العزت نے ایمان اور قبولیت عمل کے لیے بنیادی شرط کے طور پر ذکر کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''يَا أَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُواأَطِيعُوااللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَاتَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ۔''[7]

"اے ایمان والو، اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے۔"

معلوم ہوا کہ اطاعت رسول ﷺ سے روگردانی یا تساہل کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ۔ ایک دوسری آیت کریمہ میں اطاعتِ رسول ﷺ کو رحمت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے:

" وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"[8]

"اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

معلوم ہوا کہ اطاعت رسول اکرم ﷺ رحمت خداوندی کا باعث ہے۔اور اس سے اعراض ضلالت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔کیوں کہ یہ اطاعت بھی حکم خداوندی کے نتیجے میں عمل میں آتی ہے۔اس بابت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت واضح ہے:

" مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ"۔[9]

"جس نے میری اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی"۔

---

[6] محی الدین ہاشمی، حقوق کا بے جا استعمال، شرعی نقطہ نظر، دعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد، ص ۱۵۔

Muhiud Din Hashmi, *HuqooqkabejaaIstemaal, Shar'iNutahNazar*, Islamabad, Dawah Academy, p.15

[7] الانفال ۸ : ۲۰

Al-Anfaal, 8:20

[8] آل عمران ۳ : ۱۳۲

Aal-e-Imran, 3:132

[9] بخاری، صحیح بخاری، ح:۱۰۳۴

Bukhari,*Sahih Al-Bukhari*, Hadith: 1034.

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت رحمت کا باعث ہے اوراعراض گمراہی کا سبب ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کی اطاعت کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"پس آپ کے رب کی قسم، یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے نزاعات میں آپ جو فیصلہ کریں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اوراسے پوری خوش دلی سے قبول کرلیں۔"[10]

درودوسلام

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو جہاں رحمت للعالمین قرار دیا ہے، وہیں آپ ﷺ کا حق امت کے ذمے یہ قرار دیا ہے کہ وہ بکثرت درود بھیجتے رہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"۔[11]

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور خوب سلام بھیجتے رہا کرو۔"

مولانا مودودی کے نزدیک فرشتوں کے درود سے مراد نبی اکرم ﷺ کے درجات کی بلندی کی سفارش اور دعا ہے۔[12] اہل ایمان کو نبی پر صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت محمد ﷺ کے لیے دعامانگو۔ قاضی عیاضؒ رحمہ اللہ کا موقف اس بارے میں یہ ہے کہ امت نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر سفارش نہیں کررہی ہوتی بلکہ اس سے مراددعااور ہدیہ عقیدت پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔[13] نبی کریم ﷺ کے بلند درجات امت کی سفارش سے مشروط یا اس کے ہرگز محتاج نہیں ہیں۔

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا امت کے لیے باعث رحمت بھی ہے اور رفع درجات کا ذریعہ بھی ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

"مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا"[14]

"جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ پر درود امت کے ذمہ بھی ہے اور یہ ان کے گناہوں کے خاتمہ، رحمت الٰہی کا سبب اور رفع درجات کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس بابت نبی آخر الزماں ﷺ کا فرمان ہے:

---

[10] النساء۴ : ۶۵

Al-Nisa, 4:65

[11] الاحزاب۳۳ : ۵۶

Al-Ahzaab, 33:56

[12] سید ابواعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ج ۴، ص ۱۲۳

Moudoodi, AbulAala, Syed, *Tafheem Al-Qur'an,* Lahore, IdarahTarjaman Al-Qur'an, 123/4

[13] قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق مصطفیٰ، فرید بک سٹال، لاہور، ج ۲، ص ۱۳۸

QadiAyaz, *Al-Shifa Be-TereefHaqooq Al-Mustafa*, Lahore, Farid Book Stall, 138/2

[14] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ح ۴۰۸

Muslim bin Hujjaj, *Sahih Muslim*, Karachi: QadimiKutubKhana, Hadith:408.

"مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ،وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ،وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ"[15]

"مجھ پر درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت کرتا اور دس گناہ معاف کرتا اور دس درجے بلند کر دیتا ہے۔"

جہاں نبی پاک ﷺ پر درود بھیجنا باعث سعادت و رحمت ہے، وہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے مطابق درود سے محروم انسان کو ہلاکت میں گرفتار قرار دیا گیا ہے۔"[16]

نبی کریم ﷺ نے درود نہ پڑھنے والے کو بخیل مذموم قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ" [17]

"دراصل بخیل وہ ہے جو میرے تذکرہ کے باوجود درود نہ بھیجے"۔

درود پاک کے الفاظ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں یوں بیان کیے ہیں:

" اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ،إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ" [18]

" اے اللہ، محمد ﷺ پر ویسے ہی رحمت فرما جیسے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت کی اور ابراہیم کی اولاد پر رحمت کی۔ بلاشبہ آپ نہایت تعریف کے لائق اور انتہائی بزرگوار ہیں"۔

نامور بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے درود پاک کو تمام بیماریوں کا علاج اور تمام مسائل کا حل قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک لاینحل مسائل کا حل درود پاک میں مضمر ہے[19]۔

مذکورہ بالا دلائل قرآنیہ اور حدیث کی واضح نصوص سے معلوم ہوا کہ درود پاک نبی اکرم ﷺ کا امت کے ذمہ ایک اہم حق ہے۔ یہ اپنے اصحاب کے رفع درجات اور محرومین کی مذمت کا باعث ہے۔

پیغام نبوی ﷺ کی ترویج واشاعت

نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کے ذمہ ایک اہم حق فرامین عالیہ کی نشر واشاعت بھی ہے۔ اس بابت واضح اشارہ موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا"[20]

---

[15] احمد بن شعیب نسائی، سنن نسائی، ح:۱۲۳۰، ج۱

Nisa'i, Ahmad bin Shoaib, *SunanNisai*, Hadith:1230

[16] ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، ح:۷۲۵۶

Imam Hakim, Muhammad bin Abdullah, *Al-MustadrikAlaa Al-Sahihain*, Hadith: 7256

[17] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ح:۳۵۴۶

Tirmidi, Muhammad bin Essa, *JaameTirmidi*, Karachi: QadimiKutubKhana, Hadith: 3546

[18] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ح:۱۱۵۵

Bukhari, *Sahih Bukhari*, Hadith: 1155.

[19] شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ج۱، ص۵۷۶

Sheikh Abdul HaqMuhaddisDehlvi,*Madarij Al-Nabawah*, Karachi: Madina Publishing Company, 576/1

"اور ہم نے آپ ﷺ کو سارے عالم کے لیے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

ایک دوسری آیت کریمہ میں نبی اکرم ﷺ کو تبلیغ واشاعت دین کا حکم موجود ہے۔ اس بابت فرمان الٰہی کچھ یوں ہے:

" يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ "[21]

" اے پیارے رسول! جو کچھ بھی آپ کو پروردگار کی طرف سے وحی کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کیجیے"۔

نبی اکرم ﷺ نے اسی بناء پر تمام احکام الٰہیہ عوام الناس تک پہنچا دیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں:

"محمد ﷺ کے بارے میں کتمان کا گمان رکھنے والا انسان یقینی جھوٹا ہے۔" [22]

تبلیغ دین کا کام انتہائی دشوار ترین کاموں میں سے تھا۔ اس کی طرف اشارہ اللہ تعالی نے شروع کی وحی میں ہی کر دیا تھا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

"إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا" [23]

" بلاشبہ ہم بہت جلد آپ ﷺ پر بھاری بھر کم ذمہ داری والا فرمان نازل کرنے والے ہیں۔"

نبی اکرم ﷺ کو موعودیہ تبلیغی احکام شروع میں ہی موصول ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور یہ احکام تبلیغ من وعن امت پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ اس بابت ارشاد ربانی ہے:

"يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ-قُمْ فَأَنْذِرْ-وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ-"[24]

"اے کملی والے اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے رب کی بڑائی دنیا کے سامنے بیان کیجیے "۔

دراصل نبی پاک ﷺ کی بعثت مبارکہ کا اصل مقصد ہی تبلیغ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

"هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ"[25]

"اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو تمام ادیان پر غلبہ کی غرض سے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔"

---

[20] السباء۲۸:۳۴

Al-Saba, 28:34

[21] المائدہ۵ : ٦٧

Al-Maidah, 5:67

[22] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ح:۴۸۵۵

Bukhari, *Sahih Bukhari*, Hadith:4855

[23] المزمل۷۳ : ۵

Al-Muzammal, 73:5

[24] المدثر۷۴ : ۱-۳

Al-Mudassir, 74:1-3

[25] الصف۶۱ : ۹

Al-Saff, 61:9

نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے احکام کی ترویج امت کے ذمہ فرض ہے ۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

" وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ "[26]

" اے مسلمانو! تم میں سے لازماً ایک گروہ کو بھلائی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا بن کر رہنا چاہیے۔ "

یہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وصف حق النبی ﷺ ہونے کے ساتھ ساتھ امت محمدیہ کے خیر الامم ہونے کا باعث بھی ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی قرآن کریم میں یوں موجود ہے:

" كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ "[27]

" تم نیکی کے داعی اور برائی سے روکنے والے ہونے کی بناء پر بہترین امت ہو"۔

مومنین کے برعکس کفار و اصحاب نفاق برائی کے داعی اور اچھائی کے دشمن ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

" الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ- "[28]

" منافقین کے مرد و زن ایک جیسے ہیں اور وہ برائی کا حکم دینے والے اور اچھائی سے روکنے والے ہیں۔ "

احکام اسلامیہ و تعلیمات نبویہ ﷺ کی ترویج محض عامۃ الناس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ بلکہ حکمرانوں کو بھی اس فریضہ کی ادائیگی کا حکم موجود ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ "[29]

" مومن وہ لوگ ہیں جو کہ ہماری طرف سے حکومت ملنے پر نماز و زکوۃ کا اہتمام کرتے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام کرتے ہیں"۔

لوگوں کے مطالبہ پر اور حسب ضرورت نبی کریم ﷺ مختلف علاقوں میں اپنے عمال اور داعیین کو بھیجتے تھے ۔ تاکہ وہ وہاں جا کر تبلیغ دین کی سورت میں یہ حق نبی ﷺ ادا کر سکیں۔[30]

---

[26] آل عمران ۳ : ۱۰۴

Aal-e-Imran, 3:104

[27] آل عمران ۳ : ۱۱۰

ibid, 3:110

[28] التوبہ ۹ : ۶۷

Al-Toubah, 9:67

[29] الحج ۲۲ : ۴۱

Al-Hajj, 22:41

[30] مسلم، صحیح مسلم، ح:۵۴،

Muslim, *Sahih Muslim*, Hadith:54

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے دور کے بادشاہوں کے نام خطوط لکھے جس میں انہیں دینِ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ حقوق النبی ﷺ کے حوالے سے امت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خطوط، رسائل و جرائد، کتب اور تمام جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے ہوئے نبی ﷺ کی دعوت کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔

مذکورہ بالا سطور اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ پیغامِ نبوی ﷺ کی ترویج واشاعت امتِ مسلمہ پر لازم ہے اور یہ نبی کریمؐ کا ایک اہم حق ہے جس کی ادائیگی کے نتیجے میں یہ امت خیر امت کہلاتی ہے۔ نبی ﷺ جس دین کی دعوت اور پیغام دینے کے لیے تشریف لائے وہ باقی مذاہب پر غالب ہونے کے لیے آیا۔ اور یہ غلبہ اسی وقت حاصل ہو گا جب امتِ مسلمہ نبی ﷺ کے پیغام کو عام کرتے ہوئے آپؐ کے دیے ہوئے اصولوں پر پوری طرح کاربند ہو گی۔

تحفظِ ناموسِ رسالت

نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے ایک اہم حق آپؐ کی عزت وناموس کا تحفظ ہے۔ آپ ﷺ کی عزت وناموس تمام مسلمانوں کو اپنی جان ومال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

" قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ"[31]

" اے محمد! کہہ دیجیے کہ اگر اپنے آباء واجداد، بیوی بچے، بہن بھائی اور خاندان، مال وتجارت جن کے گھاٹے سے تم خوف کھاتے ہو اور پسندیدہ گھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ ق جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو کیونکہ اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا وجہاں کی تمام محبوب اشیاء سے بڑھ کر ناموس الٰہی وناموس نبی ﷺ کی حفاظت اور تکریم کو اہم قرار دیا ہے۔ اس کے بغیر نجات کا تصور بھی ناممکن ہے۔

اللہ مالک الملک نے بے شمار نعم واحسانات مرحم کرنے کے باوجود انسان کو کچھ جتلایا نہیں لیکن نبی اکرم ﷺ کی بعثت کو برملا اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان عظیم اور کائنات کی خوش قسمتی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس بابت کتاب مبین میں اس احسان کا تذکرہ کچھ یوں موجود ہے:

" لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ"[32]

" بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیج کر احسان فرمایا ہے۔"

---

[31] التوبہ ۹ : ۲۴

Al-Toubah, 9:24

[32] آل عمران ۳ : ۱۶۴

Aal-e-Imran, 3:164

نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد آنے والے مومنین کے ایمان کو عجیب قرار دے کر حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ بغیر نبی پاک ﷺ کو دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کے تحفظ ناموس رسالت کا فریضہ سر انجام دینے کے بعد ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم موجودہ پر فتن دور میں نبی اکرم ﷺ کی ناموس کا تحفظ یقینی بنائیں۔ اس بناء پر ہمارا اجر بھی بے شمار ہو گا۔

کتاب مبین میں تحفظ ناموس رسالت کی یقین دہانی کروائی گئی ہے۔ جب کہ ناموس رسالت پر حملہ آوروں کی دیناوآخرت میں سخت ترین سزا معین کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں صریح احکام یوں موجود ہیں:

" إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ"[33]

" اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی اور زمین میں فساد کی سعی کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹ دیے جائیں یا جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

ایک دوسری آیت میں بھی ناموس رسالت کی ہتک کرنے والوں کی سزایوں مذکور ہے:

" إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا"[34]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ نے انہیں دنیاوآخرت کا لعنتی قرار دیا ہے اور ان کے واسطے رسواکن عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

درج بالا آیات میں نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے کو اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ آپؐ کو اذیت دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کو ہی اذیت دینا ہے۔ اور اس کی رسواکن سزا ہے۔ جیسا کہ یہی بات درج ذیل روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کو میرے بعد اپنے اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی، میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے بغض رکھا میرے بغض کی وجہ سے رکھا، اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گرفت کرے گا۔" [35]

چنانچہ معلوم ہوا کہ شاتم النبی ﷺ کفر کی طرف چلا جاتا ہے اور اپنی معافی کے دروازے خود بند کر بیٹھتا ہے۔ امام خفاجی لکھتے ہیں:

"قرنه تعالی اذاه باذاه ولا خلاف فی قتل من سب الله و انما اللعن يستوجبه من هو كافر و حكم الكافر القتل لانه غير معصوم الدم۔[36]

---

[33]المائدہ ۵ : ۳۳

Al-Maidah, 5:33

[34]الاحزاب ۳۳ : ۵۷، ۵۸

Al-Ahzab, 33:57,58

[35]ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ح: ۳۸۶۲

Tirmidi, JaameTirmidi, Hadith: 3862

"اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دی جانے والی ایذاء کو اپنی ایذاء کے مساوی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالی کو گالی دینے والے کے قتل میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ لعنت کفر کو متلزم ہے اور کافر کا خون معصوم نہیں ہے"۔

مذکورہ امام مزید لکھتے ہیں:

"ان من سب النبیﷺ یقتل" [37]

"جو کوئی بھی نبی پاک ﷺ کو برا بھلا کہے گا، وہ سزا میں قتل کر دیا جائے گا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی موقف کی مؤید ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" **مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ» ، فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: نَعَم**"[38]

"کعب بن اشرف کی خبر کون لے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں، آپؐ نے فرمایا: ہاں۔"

محمد بن مسلمہؓ نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر دیا، اس سے واضح ہوا کہ نبی کریمؐ کو تکلیف دینے کی سزا قتل ہے۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب بھی کوئی توہینِ رسالت کا ارتکاب کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والوں کو نہ صرف خبر دار کیا بلکہ آپؐ کی عزت و آبرو کی حمایت اور حفاظت کا اعلان بھی کیا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

" **إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ**"[39]

"اے محمد! تمہارا مذاق اڑانے والوں سے نمٹنے کے لیے ہم خود ہی کافی ہیں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ خود اپنے نبیؐ کی عزت و ناموس کا محافظ ہے۔ لہٰذا جو نبی کریمؐ کے ساتھ مذاق یا بدتمیزی کرے گا اللہ تعالیٰ خود اس سے بدلہ لیں گے۔ نبی کریمؐ کی ذاتِ اقدس کی حفاظت اور مدد کے لیے اللہ رب العزت کافی ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"کسی وجہ سے اگر مسلمان خود رسول اللہؐ سے گستاخی کرنے والوں کو سزا دینے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ خود ایسے لوگوں سے انتقام لیتے ہیں۔ رسول اللہؐ کی طرف سے دفاع کے لیے تنہا اس کی ذات کافی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا نام و

---

[36] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض، دار الفکر، بیروت، ج ۴، ص ۳۴۸

Allama Ahmad Shahab-ud-Din Khafaji, *Naseem Al-Riyadh*, Beirut: Dar Al-Fikr, 348/4

[37] ایضاً، ص ۳۸۵

ibid, 385/4

[38] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ح: ۱۱۹

Muslim, *Sahih Muslim*, Hadith: 119

[39] الحجر ۱۵ : ۹۵

Al-Hajr, 15:95

نشان مٹادیتے ہیں۔ تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ جب کبھی کافروں نے اللہ کے رسولؐ کے ساتھ گستاخی یا بد کلامی کا مظاہرہ کیا تو اللہ نے فوراً ہی ان کی گرفت فرمائی اور انہیں عبرتناک سزا سے دوچار کیا۔"[40]

تاریخی شواہد کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے تنہا کیسے کافی ہوا اور آپ ﷺ کا مذاق اڑانے والوں کو کیسی عبرتناک سزا دی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت "إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ" کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ولید بن مغیرہ، حارث بن خطیل، عاص ابنِ وائل، اسود بن مطلب اور اسود بن یغوث نے نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑایا جس سے آپؐ رنجیدہ خاطر ہوئے۔ فوراً حضرت جبریل تشریف لائے اور ولید بن مغیرہ کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا تو آپؐ نے دیکھا کہ اس کی آنکھ نکل کر اس کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: " میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا اور نہ کچھ کہا۔" اس پر حضرت جبریل نے فرمایا کہ میں نے آپؐ کی طرف سے انتقام لیا ہے۔ پھر حارث کی طرف متوجہ ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ وہ اپنا پیٹ پکڑ کر لوٹ پوٹ ہو رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا:" میں نے تو کچھ نہیں کیا۔" جبریلؑ نے کہا کہ میں نے آپ کا دفاع کیا ہے۔ حارث ابن خطیل کے پیٹ میں صفرا اتنا شدید ہو گیا کہ غلاظت اس کے منہ سے خارج ہونے لگی اور اسی حال میں وہ مر گیا۔ پھر آپؐ نے عاص بن وائل کی طرف دیکھا وہ اپنے پاؤں پکڑے کراہ رہا ہے۔ آپؐ نے پھر وہی بات ارشاد فرمائی۔ اسود بن مطلب ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا کہ ایک کانٹا اس کی آنکھ پر گرا اور وہ اندھا ہو گیا۔ اسود بن یغوث کے سر میں شدید زخم نمودار ہو گیا جس کے سبب وہ ہلاک ہو گیا۔[41]

اللہ رب العزت نے ایذاء دینے والے الفاظ کے ساتھ ساتھ ایسے تمام الفاظ کا استعمال بھی حرام قرار دیا ہے جن سے نبی اکرم ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کا شائبہ بھی ہو۔ اس کی ایک مثال قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ میں ہے:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا"[42]

"اے اہل ایمان! تم متوجہ کرنے کی غرَض سے نبی اکرم ﷺ کو "راعنا" کہہ کر مخاطب نہ کیا کرو بلکہ "انظرنا" کہہ کر عرض کیا کرو"۔

چونکہ یہودِ مدینہ نبی اکرم ﷺ کی ہتک کے ارادہ سے آپ ﷺ کو "راعینا" یعنی زیر کو تھوڑا لمبا کر کے اسفل معانی میں مخاطب کر کے خوشی مناتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس ذو معانی لفظ کے استعمال پر پابندی لگادی اور اس کے بعد صحابہ اس لفظ کے استعمال پر سیخ پا ہو جاتے تھے۔ ایک صحابی نے یہود کو لفظ "راعنا" کے استعمال پر یوں تنبیہ کی اور گویا ہوئے:

"یا اعداء الله علیکم لعنة الله لئن سمعتها من رجل یقولها للرسول لاضربن عنقه"[43]

---

[40] علامہ ابن تیمیہ، الصارم المسلول، المکتبہ العصریہ، بیروت، ص۱۷۷

Ibn e Taimiyah, *Al-Saarim Al-Maslool*, Beirut: Al-Maktabah Al-Asriyah, p.177

[41] جلال الدین سیوطی، در منثور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ج۵، ص۱۰۱

Suyuti, Jalal-ud-Din, *Durr-e-Mansoor*, Lahore: Zia-ul-Qur'an Publications, 101/5

[42] البقرۃ ۲ : ۱۰۴

Al-Baqarah, 2:104

" اے دشمنان خدا! ملعون لوگو! اگر میں نے آئندہ تم میں سے کسی سے اس لفظ کا استعمال سنا تو اس کی گردن اڑادوں گا۔"

مذکورہ بالا دلائل کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ہتک آمیز کلمات کے علاوہ ذو معنی کلمات سے سب و شتم کی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ اور عمداً ایسا کرنے والا اس سخت ترین سزا کا مستحق ٹھہرے گا جو کہ سابقہ آیات اور احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی

نبی کریم ﷺ سے محبت ایمان کا اولین تقاضا ہے۔ اور اس محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دوستوں سے دوستی اور آپ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔ وگرنہ بصورت دیگر ایمان کامل نہ قرار پائے گا۔ اور جنت موعودہ کا استحقاق بھی ختم ہو جائے گا۔ قرآن کریم میں صریحاً یہ وضاحت ان الفاظ میں موجود ہے:

" لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"[44]

"اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہر گز نہ پائیں گے۔ گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے۔ اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں یہ خدائی لشکر ہیں، آگاہ رہو بے شک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں۔"

قرآن کریم میں ایمان اور اہل ایمان سے تعلق کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کفر و اہل کفر سے دور رہنے کی تاکید موجود ہے اگرچہ وہ آپ کے حقیقی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اس بارے میں ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ"[45]

" اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں، تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا پس یہی ظالم ہیں۔"

---

[43] ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۱، ص۵۶

Qurtabi, Muhammad bin Ahmad, *Al-Jaame Al-Ahkam Al-Qur'an*, 56/1

[44] المجادلہ ۵۸ : ۲۲

Al-Mujaadlah, 58;22

[45] التوبہ ۹ : ۲۳

Al-Toubah, 9:23

ام المومنین حضرت امِ حبیبہؓ اپنے مشرک باپ سے بے زاری کا اظہار کیا کیونکہ ابو سفیان اُس وقت نبی کریمؐ سے دشمنی رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ ابو سفیان (مکہ سے صلح حدیبیہ کی شرائط کی تجدید کے ارادے سے) نکلا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے مدینہ پہنچا۔ اپنی بیٹی سیدہ ام حبیبہؓ کے گھر گیا جب وہ رسول اللہؐ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو ام المومنین نے فوراً بستر لپیٹ دیا۔ ابو سفیان کہنے لگا: بیٹی کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا میں اس بستر کے لائق نہیں ہوں۔ ام المومنین نے جواب دیا:

"هُوَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللهِ وَ اَنْتَ مُشْرِكٌ نَّجِسٌ فَلَمْ اُحِبَّ اَنْ تَجْلِسَ عَلٰى فِرَاشِهٖ"[46]

"یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں اس لیے میں پسند نہیں کرتی کہ آپ اس بستر پر بیٹھیں۔"

اللہ اور رسول کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی اگرچہ دونوں قلبی اعمال ہیں لیکن ان دونوں کا اظہار انسان کے ظاہری اعمال سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر صاحبِ ایمان پر لازم ہے کہ وہ ہر مومن سے محبت اور دوستی کا رشتہ استوار رکھے اور ہر شرک کرنے والے سے بیزاری اور دشمنی کی راہ اختیار کرے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی دوستی کی ممانعت کی اور حرام قرار دیا ایسے ہی ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دوستوں سے دوستی کرنے کو ضروری قرار دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّمَاوَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواالَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَوَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَوَهُمْ رَاكِعُونَ۔وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُو افَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ۔[47]

" تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کرنے والے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔"

دین اور عقیدت کا تعلق اس قدر مضبوط اور مستحکم ہے کہ اس نے تمام اہل ایمان کو اخوت اور بھائی چارے کے انتہائی پاکیزہ رشتے سے منسلک کر دیا ہے۔ خواہ ان کے حسب و نسب، قوم و وطن، ذات و برادری، زمان و مکان میں کتنی ہی دوری اور تفاوت ہو۔"[48]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ حق ہے کہ ان کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی روا رکھی جائے۔ ہمارے زوال کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کے دشمنوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے حالانکہ وہ ملتِ اسلامیہ کے بدترین دشمن ہیں۔ دوستی اور تعلق کی آڑ میں ہم سے عداوت رکھتے ہیں۔ دوستی اور دشمنی کے بارے میں جو قوائد و ضوابط شریعت نے نافذ کیے ہیں دوستی اور دشمنی ان کے اندر رہی رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ دوستی، دشمنی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو نا دنیا و آخرت میں کامیابی کا باعث ہے۔

---

[46] محمد ابن سعد بغدادی، طبقات ابن سعد، ج۸، ص ۱۰۰

Muhammad bin Saad, *Al-Tabqaat Al-Kubra*, 100/8

[47] المائدہ ۵ : ۵۶،۵۵

Al-Maidah, 5:55,56

[48] صالح بن فوزان، دوستی اور دشمنی کا اسلامی معیار، مترجم: عبداللہ ناصر رحمانی، مکتبہ عبداللہ بن سلام کراچی، ص ۱۴

Saleh bin Fouzan,*DoustiaurDushmanikaIslamiMayaar*, (Translator: Abullah Nasir Rahmani), Karachi, Maktabah Abdullah bin Salam, p.14

خلاصہ بحث

ایمان بنیادی اصولوں پر یقینِ کامل رکھنے کا نام ہے اور عمل ان اصولوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کا۔ جب کوئی کہتا ہے کہ میں ایمان لے آیا تو ہم فطری طور پر یہ توقع رکھتے ہیں کہ اب اس کے عمل اور کردار میں اس ایمان کے آثار و نتائج ظاہر ہوں اور ایمان لانے والا جب اپنے ایمان کا اقرار کرتا ہے تو ہر ذی شعور آدمی اس کا یہی مطلب لیتا ہے کہ اب وہ عمل کی طرف چلنے کا ارادہ کر چکا۔ یہی معاملہ حقوق النبی ﷺ کے عملی پہلو کا ہے۔ قرآن و حدیث نے حقوق النبی ﷺ پر ایمان اور اعتقاد کی جو بات کی ہے اس کا مقصد صرف یہی نہیں کہ لوگ ان کو مان لیں بلکہ لازمی طور پر یہ مقصد ہے کہ ان کے اعمال اور کردار میں اور ان کی شخصی اور اجتماعی زندگی میں وہ نتائج لازماً ظاہر ہوں جو ان حقوق پر ایمان کے نتائج ہیں۔ قرآنِ کریم میں جہاں بھی ایمان لانے کا ذکر ہے ساتھ ہی عمل کا بھی تذکرہ ہے لہٰذا حقوق النبی ﷺ کے عملی پہلو کے اعتبار سے امت پر واجب ہے کہ وہ نبی کریمؐ کی اتباع، آپؐ کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش، آپؐ کی عزت و ناموس کی حفاظت اور آپؐ پر درود و سلام کا اہتمام کرے۔